خطبہ

بموقع رسمِ تنصیب کابینہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین

مورخہ یکم دسمبر ۱۹۷۴ء

محمد اعظم خاں

معتمد اعزازی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

ہویدا آج اپنے زخم پنہاں کر کے چھوڑوں گا
لہو رو رو کے محفل کو گلستاں کر کے چھوڑوں گا

جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوزِ پنہاں سے
تری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

یو لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ

محترم شیخ الجامعہ، اساتذۂ کرام، خواتین و حضرات اور مادر درسگاہ کے بابصیرت فرزندو!

قبل اس کے کہ میں آپ حضرات کی خدمت میں دلِ حساس کے ان نازک جذبات و احساسات کا گلدستہ پیش کروں جنکو احاطۂ تحریر و تقریر میں لانا تقریباً ناممکن ہے میں اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ آپکی بارگاہِ عقیدت میں ہدیۂ تشکر پیش کروں۔ اور آپ نے اس آزمائشی دور میں مجھے اعتماد و یقین کی جس دولت گراں بہا سے نوازا ہے اسکا اعتراف کرتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں سرِ نیاز خم کردوں۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ کارساز حقیقی نے ہمیں اس نصرتِ غیبی اور جوش و جسارت سے سرفراز فرمایا کہ حالات کے سخت ترین تھپیڑوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے آج عرصۂ بعید کے بعد ہم مادر درسگاہ کی آغوش میں اپنے بنیادی حقوق کا استعمال کرکے راہ حق میں صالح جدوجہد کے اک نئے باب کا آغاز کررہے ہیں..... پس ارشاد خداوندی ہے کہ جب تم اللہ کی جانب سے نصرت و کامرانی پاؤ تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرو اور اسکے حضور میں استغفار کرو۔"

آپ حضرات نے جس فراوانی شوق سے تعاون دیگر حق پسند عناصر کی حوصلہ افزائی اور اس دانش کدہ علم و فن کی دیرینہ روایات کو پامال ہونے سے بچایا اس کیلئے آپ سب ہی سزاوار ہزار آفرین اور مستحق صد تحسین و مبارکباد ہیں۔ اپنے دل میں جذبات و عقیدت کا ایک بحر طغیاں بار لئے ہوئے ہیں آپکی نوازشات خسروانہ کیلئے سراپا ممنون ہوں۔

حضرات! جب مورخ وقت مسلم یونیورسٹی کی موجودہ تباہی و تاراجی کی داستان قلمبند کریگا تو عصر حاضر کے المناک نشیب و فراز کو کبھی نظر انداز نہ کرسکے گا۔ اور غم گساران ملک و ملت کے اشکوں کے دھارے بھی صفحۂ قرطاس سے ان الفاظ کو معدوم نہ کرسکیں گے جو گریباں چاک کئے ہوئے چلا چلا کر اس حقیقت کو طشت از بام کررہے ہوں گے کہ اس گلشن صد رنگ کی معصوم مسکراہٹوں کو خود ظالم باغبان گلچیں نے نگاہ بے گاہ سے پامال کیا ہے۔

سرسید مرحوم کے خوابوں کی یہ دنیا اکثر و بیشتر آزمائشی حالات سے دوچار رہتی ہے کبھی ۱۹۴۷ء کا ولولہ انگیز ہیجان، کبھی ۱۹۶۵ء کی دردبھری داستان، کبھی مئی ۱۹۷۲ء کا سیاہ المیہ تو کبھی اپریل ۷۹ء کا وہ یوم حشر الصغیر جب رات کی تاریک ظلمتوں کے سائے میں چند گمردہ اذہان کے گٹھ جوڑ نے دس ہزار نونہالان قوم کی قسمت کے بارے میں کچھ گھناؤنے فیصلے کئے اور ۵ اپریل کو صبح کی افق کی بیکراں وسعتوں سے جب خاورِ مشرق نے سر ابھارا تو پتہ چلا کہ اس مظہر چشمۂ علم و تربیت کو جو سرسید کی نورانی دعاؤں سے معمور تھا، طاقت کے بل پر فوجی بیرک میں تبدیل کردیا گیا ہے اس روز علی الصباح جب

موذن نے اللہ اکبر کی پرہیبت صدا بلند کرتے ہوئے مخلوق کو خالق حقیقی کا پیغام فلاح و بہبود پہونچایا تو خواب غفلت سے بیدار ہونے والے بے شمار انسانوں کے ہجوم میں وہ ہزاروں فرزندان علی گڑھ بھی تھے جو چشم وزدن میں خانہ بدوشوں کے مانند عالم جلاوطنی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے اور یوں طاقت کے نشے میں بدمست ارباب اقتدار کے غیر دانشمندانہ طرز وروش کے باعث دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہرے بھرے گلشن پہ اتھاہ ویرانیوں کا تسلط ہو گیا۔ سہ

بھری بہار میں تاراجیٔ چمن مت پوچھ
خدا کرے نہ پھر آنکھوں سے وہ سماں گذرے!

عزیز دوستو! یہ درسگاہ عظیم مسلمانان ہند کا وہ بیش قیمت سرمایہ ہے جو محض علم وفن، رنگ و بو، تہذیب و تمدن اور تعلیم و تربیت کا گہوارہ ہی نہیں بلکہ اپنی گوناگوں خصوصیات۔ اور منفرد کردار کیلئے تمام عالم میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے..... یہ سرسید مرحوم کا عطا کردہ وہ ورثہ ہے جسے مسلمانوں کے خواب ہائے دیرینہ کی ایک دلکش تعبیر سے معنون کیا جا سکتا ہے۔ ماضی میں اس سیل رواں سے فکر و سخن کے نئے نئے دھارے رواں ہوئے۔ یہاں کی تربیت یافتہ نسل نے ہمیشہ اعلیٰ انسانی خصائل کو اپنا مطمح نظر بنایا اور ملک و قوم کی تاریخ کو نئی سمتوں سے آشنا کیا۔

قیام درسگاہ سے قبل سرسید نے اپنے ذہن میں جو خاکہ مرتب کیا تھا وہ صرف یہی تھا کہ مسلم قوم جہالت و پسماندگی کے بھیانک غار سے نکل کر مشرق و مغرب کی تہذیب کے صحت مند عناصر کا ایک حسین امتزاج پیش کرتے ہوئے اسلامی کردار کا نمونہ بن سکے۔ بقول شخصے " مذہب سے محض تعویذ لینے کے بجائے سرسید نے اسے ترقیٔ عالم کیلئے استعمال کیا۔ اس کیلئے جو خطرات پیدا ہو رہے تھے ان کا سدّباب کرنا چاہا اور مسلمانوں کو ایک ایسا ادارہ دیا جہاں وہ اپنے مخصوص مذہبی ماحول اور تہذیبی سرمایے کیساتھ ساتھ اپنی دنیوی ضروریات کو پرکھ بھی سکیں اور پورا بھی کر سکیں۔ سرسید کا یہ خواب جس کی عظمت کی وہ خود تاب نہ لا سکے۔ قوم کو ایک مرکز، ایک محور اور ایک گہوارۂ خیال دینا چاہتا تھا۔ جہاں قدیم و جدید مل کر ایک نئی راہ استوار کر سکیں اور قوم، قوم بن سکے۔

باوجودیکہ اس درسگاہ کے دروازے بلا امتیاز مذہب و ملت ہر فرد کیلئے کھلے ہوئے ہیں۔ اس اقلیتی ادارے کا قیام مسلم قوم کی فلاح و بہبود کے پیش نظر عمل میں آیا تھا۔ جہد مسلسل کے بعد ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا قیام مکمل طور سے اقلیتی کردار کی بنیادوں پر ہوا تھا۔ چونکہ حکومت انگلشیہ پہلے ہی اکثریتی کردار کا ایک تعلیمی ادارہ قائم کر چکی تھی۔ لہذا سرسید کی تحریک کو نظر انداز کرنا ناممکن

نہ رہ گیا تھا۔ مگر غم اس بات کا ہے کہ جمہوریت کے علمبرداروں نے مسلم قوم کی جدوجہد آزادی کا صلہ یہ دیا کہ سنہ ۱۹۵۱ء میں جمہوری اقدار کا خون کرتے ہوئے اس عظیم اقلیت کی پشت میں ایک زہریلا خنجر بھونک دیا۔ اور اس ادارے کو غصب کرنیکی پہلی کوشش کی۔ اس وقت درپیش حالات میں اس جبر و غصب کے خلاف اسطرح کا احتجاج نہ ہو سکا جو درکار تھا۔ کیونکہ ابھی لوگوں کے دلوں پر لگے ہوئے وہ زخم ہرے تھے جو تحریک آزادی میں مقدور بھر شمولیت کے عوض انکو ملے تھے۔ وقت گذرتا گیا۔ شکوک و شبہات کے جال میں پھنسی ہوئی ملت اسلامیہ ایک کربناک ذہنی کش مکش سے دوچار رہی۔ بدنیت اور تخریب پسند عناصر اس ادارے کی پامالی کیلئے نت نئے منصوبے تیار کرتے رہے۔ اور آخرکار سنہ ۱۹۷۲ء میں ہماری نامور جمہوری حکومت نے تاریخ ہند میں ایک مزید سیاہ باب کا اضافہ کیا اور بدنام زمانے کالے قانون کی تشکیل کر کے مسلم یونیورسٹی پر وہ ضرب کاری لگائی جس کی تکلیف سے پوری ملت بلبلا اٹھی۔ ہماری غیرت و حمیت کو للکارا گیا تو ہم نے بزدلوں اور مفاد پرستوں کے خلاف ملک کے گوشہ گوشہ میں صف آرائی کی۔ مگر جمہوری و آئینی انداز کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ حکومت کو احساس ہوا کہ اس نے سوئے ہوئے شیروں کو جھنجھوڑ دیا ہے تو پھر اس نے بندوق کا سہارا لیا۔ قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوا۔ شیطان ننگا ہو کر سڑکوں پر ناچنے لگا۔ نہتے مظلوموں کے خلاف مسلح جوانوں نے اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جس سرزمین پہ گوتم و گاندھی، نانک و چشتی نے دنیا کو عدم تشدد کے درس دیئے تھے وہاں آگ و خون کی ہولی کھیلی گئی...... مظلوم پٹتا رہا۔ ممتا تڑپتی رہی، گودیں خالی ہوتی رہیں۔ عصمتیں داغدار ہوتی رہیں، مسجدیں جلتی رہیں۔ مسلم محلوں کے نقشے بنتے بگڑتے رہے اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں جمہوری اقدار نے سسک سسک کر دم توڑ دیا۔ خوف و ہراس کے ماحول میں غمزدہ انسانوں کی خاموشی کو حکومت وقت نے شاید سکوت و رضامندی پر محمول کیا مگر وہ لاوا جو ایک ملت اور ایک انصاف پسند طبقے کے دلوں میں کھول رہا ہے آج بھی ٹھنڈا نہیں ہوا ہے۔ طلباء کا اخراج، جیل کی صعوبتیں، شہر بدری کے احکامات وغیرہ کبھی قلبی عزائم کو نہیں بدل سکتے۔ ظلم و تشدد کا دور تو یوں بھی عارضی ہوتا ہے ہر شب کے بعد صبح آتی ہے اور نور کی شعاعیں تاریکی کا تصور تک صفحہ ہستی سے مٹا دیتی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یونیورسٹی کے احاطہ سے ظلم کا "آفتاب" غروب ہو گیا وہ لوگ جو بظاہر "خلیق" اور بباطن منتقم تھے۔ اپنی چالاکیوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور جبر و تشدد کا "نظام" خس و خاشاک کے مانند وقت کے تھپیڑوں میں بہہ گیا۔

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونیوالا ہے

دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں
رلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں

عزیز دوستو! ہٹلر نے اپنی پارلیمان میں ۸۰٪ کی اکثریت سے یہودیوں کے قتل عام کا... ریزولیوشن پاس کرایا تھا۔ لیکن دنیا آج بھی اس وحشیانہ اقدام کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے یہ ضروری نہیں کہ اکثریت سے منظور شدہ ہر قانون انصاف پر ہی مبنی ہو۔ مسز گاندھی کی پارلیمان سے پاس کیا ہوا مسلم یونیورسٹی ترمیمی ایکٹ ۷۲ء بھی عہد ہٹلر ہی کی یاد دلاتا ہے۔ ابھی بھی حکومت اس قانون کو تبدیل کر کے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر سکتی ہے ورنہ مستقبل کا مورخ یقیناً مسز گاندھی کو جانشین ہٹلر اور ان کی پارلیمان کو نازی پارلیمان کے القاب سے نوازے گا۔

ہندوستانی مسلمان دس ہزار فسادات میں اپنے لاکھوں فرزندوں کی قربانی دے چکا ہے ہم مسلم یونیورسٹی کی بقا کیلئے مزید دس ہزار بار خود کو قربان کر دینے سے دریغ نہ کریں گے۔ بتاؤ تم کتنے شہروں کو فیروزآباد، بنارس اور علی گڑھ بناؤ گے۔ کتنی سہاگنوں کو بیوہ کرو گے۔ کتنی ماؤں کی گود خالی اور کتنے بچوں کو یتیم کرو گے۔ کتنے خاندانوں کو خانہ بدوشی پر مجبور کرو گے؟ تم یہ سب کچھ کرتے رہو مگر ہمیں ہمارے راستے سے ہرگز نہ ہٹا سکو گے۔ اس وقت ہم طوفان سے پہلے کی خاموشی ہیں۔ حق کی طوفانی توانائی سے ٹکراؤ گے تو جلد یا بدیر اپنے وجود سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

ہم نے عرب کے صحراؤں میں بچپن گذارا ہے، ہماری نوعمری ایران و ترکستان اور عہد شباب اسپین و ہندوستان پر نثار ہوا ہے۔ ہم اس سلطان صلاح الدین ایوبی کی اولاد ہیں جس نے دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ اوّل حاصل کر کے تاریخ کی ایک عیار و قوی قوم کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ ہمیں مجبور نہ کرو کہ ہم اپنے اس مرکز جذبات وعقیدت کی حفاظت و صیانت کیلئے پھر سے ماضی کی داستانوں کو دہرائیں۔ اشتراکی مائل کانگریسی ارباب اقتدار یہ جان لیں کہ مسلمانوں میں عالمی پیمانے پر بیداری ہو رہی ہے جو اسلامی سیکریٹریٹ کی شکل میں نمایاں ہو چکی ہے۔ اب ایریٹریا، فلپائن، اسرائیل یا ہندوستان کے مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کے نتائج مہلک اور مضر ثابت ہونگے۔

ساتھیو! ہمارے سامنے فی الحال دو بڑے مسائل ہیں۔ ایک تو ہمیں یونیورسٹی کے اندرونی

مسائل کے بارے میں غور و فکر کر کے نئے اور صحتمند منصوبے مرتب کرتا ہیں تاکہ دور گذشتہ کی نحوست کا ازالہ ہو سکے۔ دوسرے ہمیں اس فرقہ پرست اور ارذل ذہن طبقے کی یورش سے جس نے نام نہاد ترقی پسندی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے، اپنی درسگاہ عزیز کو بچانا ہے۔ میں اپنی انتخابی مہم کے سلسلے میں جو منشور سامنے لایا تھا اس پر مکمل طور سے عمل پیرا ہونگی مقدور بھر کوشش کروں گا۔

میں محترم شیخ الجامعہ سے درخواست کرتا ہوں کہ ڈائیننگ ہال سے متعلق معاملات میں اصلاحی پروگرام نافذ کرنے کیلئے فوری طور پر ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی تشکیل کی جائے اور اس کی سفارشات پر فوراً عمل کیا جائے۔ سامان خورد نوش کی خرید پر قابو پالیا گیا تو کوئی وجہ نہیں کہ کم قیمت پر بہت بہتر کھانے کا انتظام نہ ہو سکے۔ کھانے کے مقررہ نرخ کے علاوہ طلباء کسی قسم کا خسارہ پورا کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں طلباء کیلئے ضروری اشیاء کو آپریٹیو سوسائٹی کے ذریعہ رعایتی نرخوں پر فراہم کرنے کا مناسب بندوبست کیا جائے۔

امتحانات میں واک آؤٹ کی نوبت آنا ہمارے طلباء و اساتذہ دونوں کیلئے شرمناک ہیں۔ ہم نے انتظامیہ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر طلباء کے کسی گروپ کی جانب سے ایسی کوشش کی گئی تو یونین پوری طرح سے اسے روکے گی۔ لیکن ہم محترم شیخ الجامعہ سے اس بات کی ضمانت چاہیں گے کہ امتحانات کے پرچوں میں سوالات خارج از نصاب نہ ہوں اور جتنا پڑھایا جائے اسی میں سے سوالات مرتب کئے جائیں۔

جناب عالی! میڈیکل کالج مسلم یونیورسٹی کیلئے ایک مستقل دردسر بنا ہوا ہے۔ وہاں فرقہ پرستی شباب پر ہے ایک طالب علم کو جو بایوکیمسٹری میں ٹاپ کرتا ہے فزیالوجی میں فیل کر دیا جاتا ہے تاکہ میڈل کسی دوسرے منظور نظر کے حصہ میں آئے۔ ایسی شرمناک حرکتوں کا باب فوراً بند ہونا چاہیئے۔ اناٹومی، فزیالوجی اور فارماکولوجی کے شعبہ جات میں نتائج فرقہ وارانہ اور ذاتی تعلقات کی بنیادوں پر مرتب کئے جاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ فارماکولوجی میں کوئی ایک بھی مسلم معلم نہیں۔ میں میڈیکل کے ذمہ داران کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ حق تلفی اور فرقہ پرستی کے سلسلے کو فوراً بند کیا جائے۔ ورنہ نتائج کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے۔

ذمہ داران میڈیکل کالج کو بارہا یاد دہانی کرائی گئی کہ ماہ رمضان المبارک میں کلاسوں کے اوقات تبدیل کئے جائیں اور جمعہ کے دن بارہ بجے چھٹی کر دی جائے مگر ان کے کان پر جوں تک

نہ رینگ سکی۔ بہر حال اب ان باتوں پر عملدر آمد کا وقت آگیا ہے۔

میں محترم شیخ الجامعہ سے ملتمس ہوں کہ وہ دواخانہ طبیہ کالج کے فروغ و وسعت، انجینئرنگ کالج میں نئی شاخوں کے اضافہ اور ایک زراعتی کالج و ویٹرنری کالج کے قیام پر فوری توجہ مبذول فرمائیں۔ اور یونیورسٹی میں ایک الیکٹرون خوردبین و دیگر مطلوبہ آلات کی فراہمی کیلئے کوشش فرمائیں۔ جن کے نہ ہونے سے تحقیق و ریسرچ کے کئی اہم کام ادھورے اور بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔

موجودہ وزیر تعلیم پروفیسر نور الحسن جو کہ عرصہ قبل علی گڑھ سے انتقال فرما چکے ہیں۔ اور ملت فروشی و علی گڑھ کشی کے صلے میں حکومت وقت سے کافی اعزاز و اکرام بھی پا چکے ہیں۔ مسلم یونیورسٹی کے مقدس جسم پر ایک کینسر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کینسر کا بہترین علاج یہی ہے کہ اسے نشتر زنی کے ذریعہ جسم سے علیحدہ کر دیا جائے۔

لہذا جناب شیخ الجامعہ سے پُر زور استدعا ہے کہ بلا تامل وزیر موصوف کو شعبہ تاریخ کی صدارت سے سبکدوش فرما دیں۔ اور جس طرح مستقل غیر حاضری کے سبب طلبار کا نام خارج کر دیا جاتا ہے اسی طرح قانونی پیچیدگیوں پر قابو پاتے ہوئے محترم نور الحسن صاحب کا بھی اساتذہ کرام کی برادری سے جلد از جلد اخراج عمل میں لائیں۔

پیارے ساتھیو! یہ سمجھ لو کہ مادر درسگاہ کی بقا کیلئے ایک سنجیدہ کوشش کی ضرورت ہے اور عہد کر لو کہ ہم اس ادارے کو کسی قیمت پر بھی جابر حکومت کے شکنجے میں نہ جانے دیں گے۔ ۱۹۷۲ء کے سیاہ قانون کے خلاف جو احتجاجی سلسلہ شروع ہوا تھا۔ اسے ہر قیمت پر جاری رکھا جائے گا۔ یونیورسٹی کے نازی انتظامیہ نے گذشتہ سال اس سلسلے کو ختم کرنے کی حتی المقدور کوشش کی لیکن اب حالات بدل چکے ہیں۔ اب انشاء اللہ ہمارے کارواں نہ صرف اندرا و نور کی دلّی تک بلکہ ملک کے گوشے گوشے تک پہونچیں گے۔ یہ ہمارا عزم صمیم ہے کہ جب تک موجودہ ایکٹ کو ختم کر کے حکومت بیگ کمیٹی کی سفارشات پر مبنی ایک نیا ایکٹ نہیں لے آتی اور یونیورسٹی کے سابقہ اقلیتی کردار کو بحال نہیں کر دیتی۔ ہماری یہ تحریک جاری رہے گی۔ اور ہم یونین کے پلیٹ فارم سے اس سلسلے میں مناسب اقدامات کو عملی شکل دینے کی کوشش کریں گے اس ضمن میں ہمیں یونیورسٹی کے نئے انتظامیہ اور خصوصاً عزت مآب شیخ الجامعہ کی ذات سے بڑی توقعات ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پروفیسر خسرو صاحب حق کو حق کہنے میں قطعی جھجھک محسوس نہ کریں گے اور اس تحریک میں ہمارے لئے خضر راہ ثابت ہوں گے۔

محترمی۔ آپ مسلمانان ہند اور حکومت ہند کے درمیان اس سلسلے میں ایک بہترین ثالث کے فرائض انجام دے سکتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ آپ ہمارے موقف کو ایوان حکومت تک پہونچانے اور ہماری جذبات واحساسات کی صحیح عکاسی کرنے کیلئے موزوں ترین شخصیت ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ حکومت اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرے اور ہم یہ بھی جان گئے ہیں کہ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے بازؤں میں اپنے بزرگوں کے خون کی قیمت حاصل کرنے کی طاقت آجائے اور ہمارے قلوب جذبہ جوش وجہاد سے سرشار ہوں۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے طلبا واساتذہ اور تمام مسلمانانِ ہند ودیگر جملہ عدل پسند عوام کے اشتراک تعاون سے ہم انشاءاللہ یہ معرکہ ضرور سر کرلیں گے۔

ایک بات میں نہایت واضح الفاظ میں کہدوں کہ مذکورہ تحریک کے لئے یونیورسٹی کی تعلیمی زندگی میں ہم اس وقت تک کوئی دخل اندازی پسند نہ کریں گے جب تک ہمیں یہ امید نظر آتی رہے گی کہ ہماری درسگاہ ہمیں مل جائے گی۔ خدانخواستہ اگر ہماری یہ شمع امید گل ہوگئی تو ہم وہ سب کچھ کر گذرنے پر مجبور ہوں گے جو ہم نہیں کرنا چاہتے۔ اور اپنے خون جگر سے سینچے ہوئے اس چمن زار کو ہم اپنے ہاتھوں سے بے رنگ کردیں گے۔ پھر ہمیں یہاں کا تہذیبی زوال یا تعلیمی انحطاط سب کچھ گوارا ہوگا۔ کیونکہ ہمارا نظریہ یہ ہوگا کہ اگر یہ ادارہ ان مسلمانانِ ہند کی خدمت نہیں کرسکتا۔ جنہوں نے اسے قائم کیا اور جن کیلئے یہ قائم ہوا تو فرقہ پرست بھیڑیوں اور ابن الوقت عفریتوں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کا کوئی موقع نہ مل سکے۔

آیئے ہم سب بارگاہ خداوندی میں ہدیہ تشکر پیش کریں کہ ہم کو اپنی جدوجہد جاری رکھنے کیلئے اپنا پلیٹ فارم واپس مل گیا ہے۔ ہم سب مل کر اس تحریک میں ایک نئی روح پھونکیں گے۔ مسلم یونیورسٹی کے علم کے سائے میں ہندوستان کا مسلمان اور حق پسند عوام پھر دلی کی سڑکوں پر قدم بڑھائیگا۔ ہماری پشت میں خنجر بھونک دیا گیا ہے۔ ہمارے جسم سے گرم خون کے قطرے مسلسل ٹپک رہے ہیں۔ یہ خون رنگ لائیگا۔ ہم سے جو سرسیدؒ کی وراثت بزور طاقت چھینی

گئی ہے وہ ہمیں ہر قیمت پر حاصل کرنی ہے۔ قبل اس کے کہ حالات قابو سے باہر ہوں اور اس کے دور رس نتائج سے زمانہ دہل اٹھے مسز گاندھی کو چاہیئے کہ وہ صورت حال کا صحیح تجزیہ کریں اور مسلمانوں کا ادارہ ان کو واپس دیدینے میں کسی بخل اور تاخیر سے کام نہ لیں۔

نہ ساتھ دیں گی یہ دم توڑتی ہوئی شمعیں
نئے چراغ جلاؤ کہ روشنی کم ہے

شکریہ

مسلم یونیورسٹی زندہ باد

اسٹوڈنٹس یونین پائندہ باد